رب

ایک لفظ، ایک کائنات: 'رب' کے جامع مفوم کی تلاش

لفظ 'رب' ہماری زبان اور روزمرہ کی دعاؤں کا ایک لازمی حصہ ہے۔ ہم اسے روزانہ استعمال کرتے ہیں، لیکن کیا ہم نے کبھی ٹھہر کر سوچا کہ اس ایک لفظ میں معانی کی کتنی وسیع کائنات پوشیدہ ہے؟

یہ صرف 'پالنے والے' کا ترجمہ نہیں ہے۔ یہ تصور ہماری انفرادی زندگی سے لے کر انسانی تہذیب کے اجتماعی نظام تک ہر چیز پر محیط ہے۔

آیئے قرآن کی روشنی میں اس اصطلاح کی اصل گہرائی کو دریافت کریں۔

لفظ 'رب' کی لغوی بنیادیں

عربی زبان میں، لفظ 'رب' کا مادہ پانچ بنیادی معانی پر مشتمل ہے، جو اس کے جامع مفوم کی بنیاد ہیں:

1 **پرورش، نشوونما اور ترقی دینا**
کسی چیز کو بتدریج اس کی تکمیل تک پہنچانا۔ اسی سے 'رَبیب' (پروردہ) اور 'مُربّی' (پرورش کرنے والا) جیسے الفاظ نکلے ہیں۔

2 **کفالت، نگرانی اور اصلاح**
کسی معاملے کا ذمہ دار ہونا، اس کی دیکھ بھال کرنا اور اس کے حالات کو درست رکھنا۔

3 **مرکزیت اور سرداری**
وہ ہستی جس کی طرف سب رجوع کریں اور جس کے گرد لوگوں کا اجتماع ہو۔

4 **سیادت اور اطاعت**
وہ آقا جس کا حکم مانا جائے، سردار جو صاحبِ اختیار ہو۔

5 **ملکیت اور اختیار**
وہ مالک جس کو ہر قسم کے تصرف کا حق حاصل ہو۔

توحیدِ ربوبیت

انسانی تاریخ کا بنیادی انحراف: انکار نہیں، بلکہ شراکت

قرآن کی تحقیق سے یہ حیرت انگیز حقیقت سامنے آتی ہے کہ قدیم گمراہ قومیں اللہ کے ربِ اعلیٰ (Supreme Lord) ہونے کی منکر نہیں۔۔ وہ مانتی تھیں کہ کائنات کا خالق، بارش برسانے والا اور نظامِ عالم کو چلانے والا ایک ہی خدا ہے۔

اصل گمراہی **"شرک فی الربوبیت"** تھی: یعنی اللہ کی ربوبیت کے مختلف پہلوؤں اور اختیارات کو دیوتاؤں، فرشتوں، جنّات، انبیاء، بزرگوں یا حتیٰ کہ بادشاہوں اور حکمرانوں میں تقسیم کر دینا۔

یہ تقسیم ہی وہ بنیادی غلطی تھی جس کی اصلاح کے لیے تمام انبیاء آئے۔

پہلی مثال: قومِ نوحؑ اور مافوق الفطری ربوبیت کا شرک

The Misconception:

وہ اللہ کو خالق اور ربِ کائنات مانتے تھے، لیکن ان کا عقیدہ تھا کہ ان کے بزرگ اور
دیوتا اللہ کے ہاں خاص مقام رکھتے ہیں اور دنیاوی معاملات میں ان کے اختیارات ہیں۔
وہ سمجھتے تھے کہ حاجت روائی، مشکل کشائی اور رزق کی فراہمی ان ہی کے ہاتھ میں ہے
یہ اللہ کی پرورش اور کفالت کی صفات میں شرک تھا۔

The Quranic Call:

حضرت نوحؑ نے انہیں اسی شراکت سے روکا:

"اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی الٰہ نہیں ہے۔۔"

(الاعراف ۷:۵۹)

"۔۔۔اللہ کے سوا جن دوسروں سے تم مدد مانگتے ہو، وہ میری مدد نہیں کر سکتے۔"

(ھود ۱۱:۳۱- مفہوم)

عاد، ثمود اور قومِ شعیبؑ: حاکمیتِ الٰہی سے بغاوت

The Misconception:

ان قوموں نے نہ صرف مافوق الفطری امور میں غیر اللہ کو شریک کیا، بلکہ اپنی تہذیب، معاشرت، سیاست اور معیشت میں بھی اللہ کی حاکمیت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے اپنے سرداروں اور پیشواؤں کو یہ حق دے دیا کہ وہ اپنی مرضی کے قوانین بنائیں اور اللہ کے نبی کی اطاعت سے انکار کر دیں۔ یہ اللہ کی **سیادت اور حاکمیت** میں شرک تھا۔

The Quranic Verdict:

"اور یہ ہیں عاد، اپنے رب کی نشانیوں کا انکار کیا، اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر جبار دشمنِ حق کے حکم کی پیروی کی۔" (ھود ۱۱:۵۹)

ابراہیمؑ بمقابلہ نمرود: رب کون ہے؟ خالق یا بادشاہ؟

اس کے برعکس، نمرود نے ربوبیت کا دعویٰ سیاسی حاکمیت کی بنیاد پر کیا۔ اس کا کہنا تھا کہ زندگی اور موت کا اختیار اس کے ہاتھ میں ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم کو کائنات کی نشانیوں (ستارہ، چاند، سورج) کے ذریعے سمجھایا کہ اصل رب وہ ہے جو اس پورے نظام کا خالق اور مدبر ہے۔

جب ابراہیمؑ نے کہا ”میرا رب وہ ہے جو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے، تُو ذرا اسے مغرب سے نکال لا،“ تو یہ سن کر وہ کافر ششدر رہ گیا۔ (البقرہ ۲:۲۵۸)

یہ دلیل تھی کہ کائنات کا رب ہی انسانوں کا بھی رب ہے۔

فرعون کا دعویٰ: "أَنَا رَبُّكُمُ الأَعْلَى"

The Dimensions of Pharaoh’s Claim:

1. سیاسی حاکمیت: مصر کی سرزمین اور اس کے باشندوں کا بلا مشرکتِ غیرے مالک اور حاکمِ اعلیٰ۔
2. معاشی ملکیت: "کیا مصر کی بادشاہی میری نہیں ہے، اور یہ نہریں میرے نیچے نہیں بہہ رہیں؟" (الزخرف ۴۳:۵۱)
3. تشریعی اختیار: قانون سازی کا واحد منبع، جس کے حکم کے بغیر کوئی پتہ نہیں ہل سکتا تھا۔
4. الٰہ کا درجہ: وہ نہ صرف رب (Sovereign) تھا بلکہ الٰہ (Deity) بھی تھا، جس کی عبادت کی جاتی تھی۔

موسیٰؑ کا جواب: رب العالمین کون ہے؟

The Confrontation

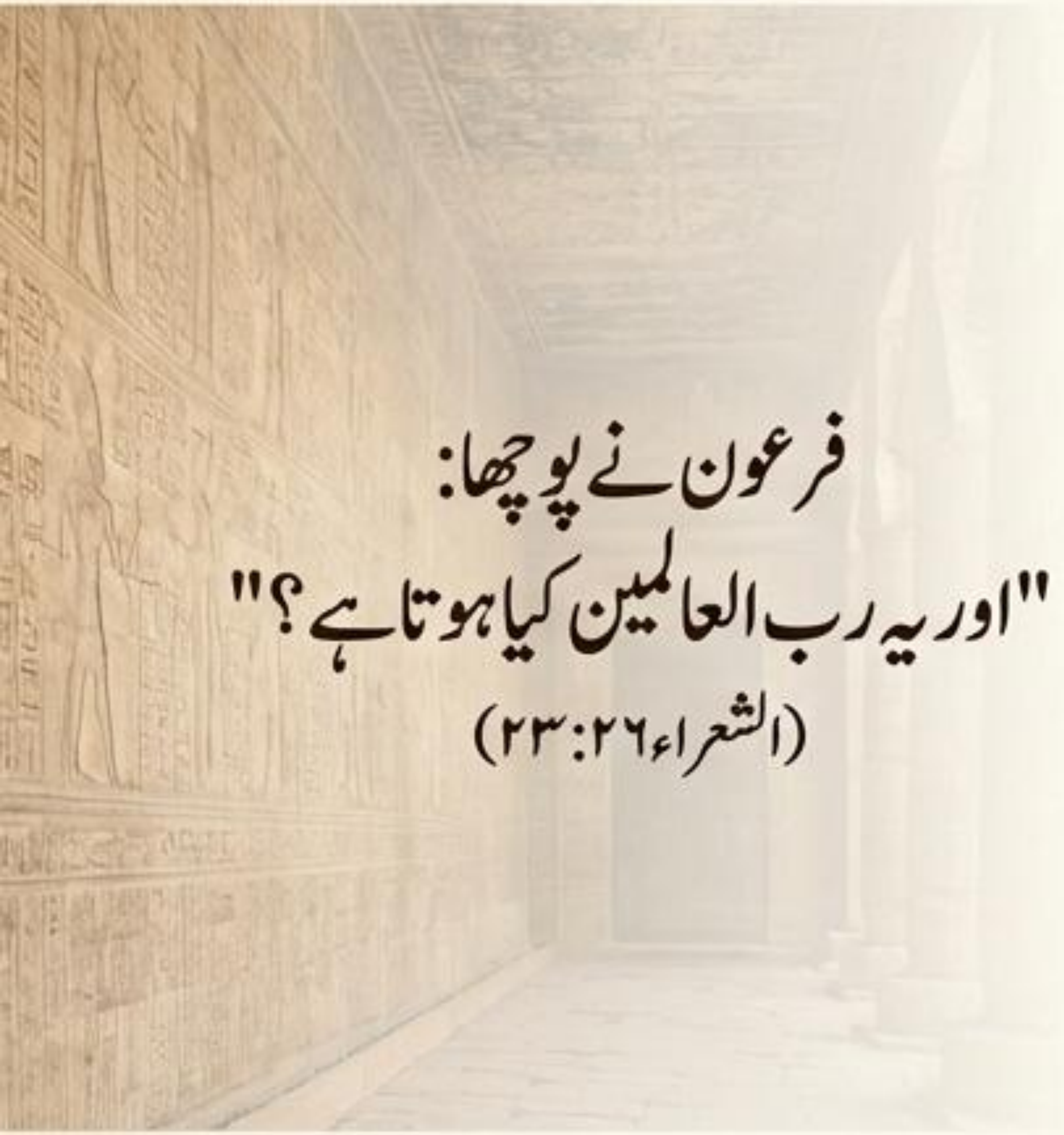

فرعون نے پوچھا:

"اور یہ رب العالمین کیا ہوتا ہے؟"

(الشعراء۲۶:۲۳)

موسیٰؑ نے جواب دیا:

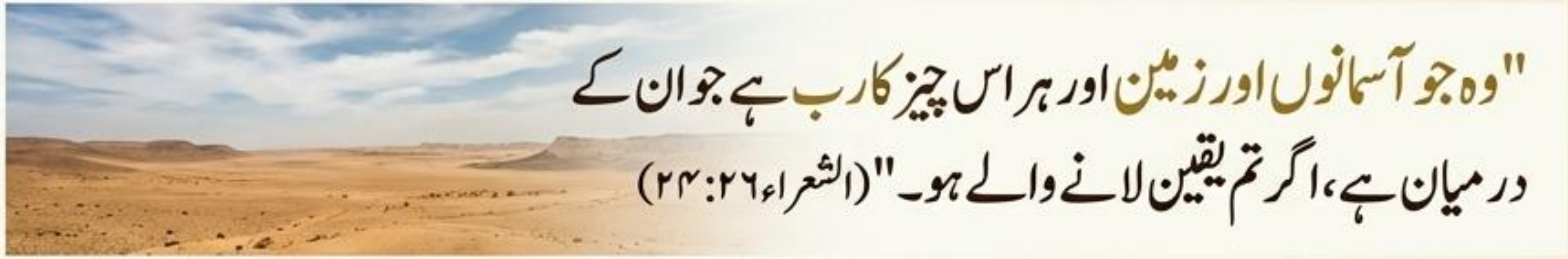

"وہ جو آسمانوں اور زمین اور ہر اس چیز کا رب ہے جو ان کے درمیان ہے، اگر تم یقین لانے والے ہو۔" (الشعراء۲۶:۲۴)

"وہ تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے باپ دادا کا بھی جو گزر چکے ہیں۔" (الشعراء۲۶:۲۶)

"مشرق اور مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب، اگر تم کچھ عقل رکھتے ہو۔" (الشعراء۲۶:۲۸)

موسیٰؑ نے فرعون کی محدود، نسلی اور جغرافیائی بادشاہت کے مقابلے میں کائنات کی لامحدود بادشاہت کا تصور پیش کیا۔

بنی اسرائیل کا انحراف: کتاب اللہ کے مقابلے میں انسانی قانون سازی

The Misconception:

قرآن کہتا ہے کہ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علماء (احبار) اور درویشوں (رُھبان) کو اپنا رب بنا لیا۔ اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ ان کی پوجا کرتے تھے۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ انہوں نے اپنے علماء کو یہ اختیار دے دیا تھا کہ وہ جس چیز کو چاہیں حلال اور جس چیز کو چاہیں حرام قرار دیں، اور وہ اللہ کے نازل کردہ قانون کی پرواہ کیے بغیر ان کے فیصلوں کی پیروی کرتے تھے۔ یہ اللہ کے تشریعی اختیار (Legislative Authority) میں شرک تھا۔

اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ... (التوبة ۹: ۳۱)

مشرکینِ عرب کا تضاد: اقرارِ خالق، مگر عمل میں شراکت

The Contradiction:

قرآن مشرکینِ مکہ سے سوال کرتا ہے:

"پوچھو، کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یہ سماعت اور بینائی کی قوتیں کس کے اختیار میں ہیں؟... وہ ضرور کہیں گے کہ
اللہ۔ کہو، پھر تم (شرک سے) پرہیز کیوں نہیں کرتے؟" (یونس ۱۰:۳۱)

وہ اللہ کو خالق، مالک، رازق اور مدبر مانتے تھے، لیکن اپنی عملی زندگی میں وہ اپنی حاجات کے لیے، شفاعت کے لیے اور رہنمائی کے لیے دیوتاؤں، بزرگوں اور فرشتوں کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ان کا دین اور دنیا الگ الگ "ربوں" میں بٹے ہوئے تھے۔

قرآن کا فیصلہ: "خبردار! اسی کی خلق ہے اور اسی کا امر ہے"

The Unifying Principle:

تمام انحرافات کے جواب میں قرآن ایک جامع اصول پیش کرتا ہے: جس ہستی نے کائنات کو تخلیق (خلق) کیا ہے، اسی ہستی اور اسی ہستی کو اس پر حکومت (امر) کا بھی اختیار حاصل ہے۔

"إِنَّ رَبَّكُمُ اللهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ... أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ اللهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ" (الاعراف ۷:۵۴)

ربوبیت ناقابلِ تقسیم ہے۔ خالق ہی حاکم ہے، اور حاکم ہی معبود ہے۔

توحیدِ ربوبیت کا تقاضا: زندگی کا ہر پہلو اللہ کے تابع

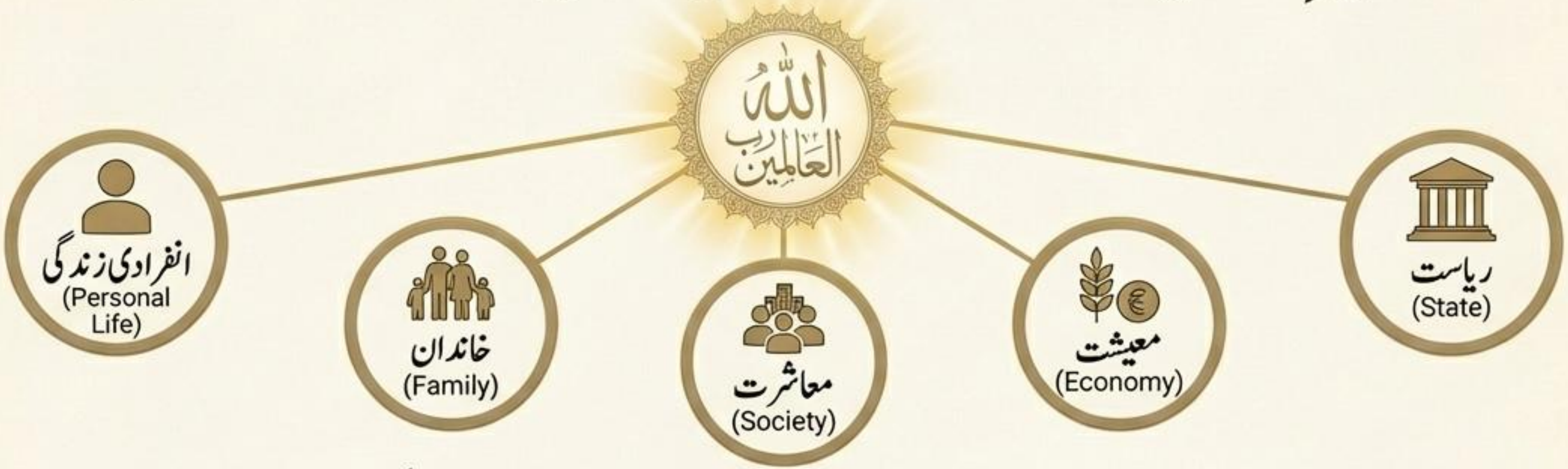

اللہ کو واحد رب ماننے کا مطلب صرف ایک عقیدے کا اقرار نہیں، بلکہ اپنی پوری زندگی کو اس کے تابع کرنا ہے:

- **اخلاقی ربوبیت:** ہمارے اچھے اور برے کا معیار اللہ کا مقرر کردہ ہے۔
- **تہذیبی ربوبیت:** ہماری ثقافت اور سماجی اصول اس کی ہدایت کے مطابق ہیں۔
- **سیاسی ربوبیت:** ہمارا قانون اور نظامِ حکومت اس کی حاکمیتِ اعلیٰ کو تسلیم کرتا ہے۔

اسلام میں دین اور دنیا کی کوئی تفریق نہیں۔ زندگی کے ہر معاملے کا مرکز صرف ایک ہے:

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (الانعام ۷:۱۶۲)